إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا

★

اسرارِ مذہب شیعہ

حصہ دوم

اس کتابچہ میں سجدہ میں حقہ پینا۔ نو حصہ دین تقیہ میں ہے۔ مجلس ع۱۰ اور کافر ماتم اور طلبہ کی تھاپ۔ شمر و زینب کی شبیہ۔ سور کے بالوں کی رسی۔ استنجا کا غسالہ پاک ہے۔ حضرت علی پر تبرا۔ آئمہ کی متضاد روش۔ سور اور کتے کا کنوئیں میں گرنا۔ حلال جانور کا پیشاب پاک ہے وغیرہم مسائل پر حضرت مولانا مولوی سید محمود احمد رضوی ایڈیٹر رضوان اور ایڈیٹر شیعہ اخبار رضا کار لاہور کے درمیان دلچسپ مباحثہ کی روئداد درج ہے۔

★

ناشر

مکتبہ علوم اسلامی سرائے سلطان لاہور

ضرب ہفتم

تقیہ اور حرام ذبیحہ

ذخیرۃ المعاد میں ہے کہ تقیہ سے حرام ذبیحہ حلال ہو جاتا ہے۔ اس کے جواب میں مدیر رضا کار نے لکھا ہے۔ سچے ہیں تو اصل عبارت کا بلاک شائع کریں۔ ذخیرۃ المعاد میں اس مسئلہ کا کہیں وجود نہیں۔

(رضا کار ص۱ ۲۴ر نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان

نامعلوم یہاں مدیر اعلیٰ رضا کار نے تلخ کلامی سے کیوں نہیں کام لیا۔ اور نامعلوم کونسی طاقت نے آپ کو یہاں سوقیانہ گفتگو سے روک دیا۔ اگر واقعی حوالہ نہیں تھا اور آپ نے ذخیرۃ المعاد کو دیکھ لیا تھا تو یہ مدیر رضوان کو کوسنے کا بہت اچھا موقع تھا۔ گالیاں دینے کے اس موقع کو جناب نے کیوں جانے دیا؟ ثانیاً۔ اگر حوالہ نہیں ہے تو ہزار روپیہ آپ بذریعہ عدالت بھی وصول کر سکتے ہیں۔ لطف آئے اگر ہائی کورٹ کا کوئی جج حاکم بن جائے۔ اور ہم اس کے سامنے حوالہ پیش کریں۔ لیجئے! گھبرایئے نہیں۔ گھبراہٹ میں جب کتاب دیکھی جائے تو حوالہ نہیں ملا کرتا۔ بلکہ دن میں تارے نظر آ جایا کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ ذخیرۃ المعاد کے ص۵۸۹ پر موجود ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ بھی پڑھ لیجئے۔

اگر شتر را مثلاً گوسفند را بخلافِ قبلہ	اگر اونٹ یا گوسفند کو سمتِ قبلہ کے
قبلہ یا انحراف از قبلہ نحر یا ذبح نماید	خلاف یا انحرافِ قبلہ کے نحر یا ذبح
حلال است یا حرام؟	کیا جائے تو ذبیحہ حلال ہو گا یا حرام؟
اگر عمداً بخلافِ قبلہ یا انحراف	اگر قصداً قبلہ کے خلاف یا قبلہ

از قبلہ نحر یا ذبح نماید حرام است و اگر از روئے نسیان یا جہل بحکم۔ یا جہل بموضوع۔ یا اضطرار یا تقیہ ذبح یا نحر نماید حلال مے باشد (ذخیرۃ المعاد ص ۵۸۹)

سے انحراف کر کے جانور کو لٹا کر ذبح یا نحر کیا جائے گا تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔ اور اگر بھول کر یا جہالت حکم یا سمت قبلہ کو نہ جاننے یا اضطرار کی حالت میں تقیہ کر کے ذبح کریگا تو ذبیحہ حلال ہو جائے گا

یہ ہے عبارت جو آپ کے سامنے موجود ہے۔ اس میں ایک صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر تقیہ کے طور پر قبلہ کے خلاف جانور کو لٹا کر ذبح کیا تو ذبیحہ حلال ہے ـ کیوں جناب مدیر رضاکار صاحب اب تو عبارت نظر آگئی یا اب بھی بلاک کی ضرورت باقی ہے؟ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی بتانا ہے کہ تقیہ شیعہ مذہب میں ایمان، بلکہ ایمان کی جان ہے۔ چنانچہ اصول کافی ص ۴۸۸ پر ہے۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:۔

۱۔ التقیة من دینی و من دین ابائی لا ایمان لمن تقیة له۔

۲۔ التقیة من دین اللہ (کافی ص ۴۸۳)

۱۔ تقیہ میرا دین ہے۔ میرے باپ کا دین ہے جس میں تقیہ نہیں وہ مومن نہیں (۲) تقیہ اللہ کے دین سے ہے

اس روایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تقیہ دین کا جز ہے۔ جو تقیہ نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہے۔

۳۔ اصول کافی ص ۴۸۲ میں ابو عمیر اعجمی سے روایت ہے۔

قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا ابا عمر ان تسعة اعشار الدین فی التقیة فی کل شیءٍ

وہ کہتا ہے کہ مجھ سے امام جعفر صادق نے فرمایا۔ اے ابو عمر دین کے دس حصوں میں سے نو حصے دین تقیہ میں ہے،

الافی النبیذ والمسح علی الخفین۔	اور جو تقیہ نہ کرے اس کا دین ہی نہیں اور تقیہ ہر چیز میں ہے۔ مگر نبیذ تمر اور موزوں پر مسح کرنے میں

اس روایت سے معلوم ہوا۔ تقیہ دین کے ۹/۱۰ حصہ میں ہے۔ جو تقیہ نہ کرے، بے دین ہے۔ امام جعفر صادق نے یہ بھی بتا دیا کہ تقیہ ہر چیز میں کرنا چاہیئے۔ صرف نبیذ تمر اور مسح علی الخفین میں تقیہ نہیں ہے۔ تو جب حضرت امام جعفر یہ فرما رہے ہیں کہ تقیہ ہر چیز میں کرنا چاہیئے اور پھر تقیہ دین کا جزء بھی ہے اور تقیہ نہ کرنے والا بے دین ہے۔ تو پھر تقیہ سے حرام ذبیحہ کا حلال ہو جانا تو بالکل معمولی بات ہے۔ مگر نا معلوم مدیر رضا کار کو ان کے مذہبی اسرار کے انکشاف کرنے والے پر کیوں غصہ آتا ہے۔ جبکہ یہ باتیں ان کی معتبر دینی و مذہبی کتب میں موجود ہیں۔

حضرت علی پر تبراء

اب لیجیئے مدیر رضا کار کی مزید در مزید تسلی کے لیے ہم یہ بھی بتا دیں کہ شیعہ مذہب میں تقیہ سے نہ صرف حرام ذبیحہ حلال ہو جاتا ہے بلکہ حضرت علی پر تبرآء بھی جائز ہے۔ اور سنی کے پیچھے نماز پڑھنی بھی جائز ہے۔ بلکہ نماز پڑھنے والے کو اتنا ثواب ملتا ہے۔ جتنا کہ نبی کریم کے پیچھے نماز پڑھنے سے ملتا ہے۔ کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ امام جعفر صادق سے روایت ہے۔

ما منکم احد یصلی صلوٰۃ فریضۃٍ فی وقتھا۔ ثم یصلی معھم صلوٰۃ تقیۃ وھو متوضیٌ الا کتب اللہ	نہیں کوئی تم میں ایک کہ پڑھ لے فرض نماز اپنے وقت میں، پھر اُن کے ساتھ باوضو بطور تقیہ کے نماز پڑھے تو لکھے جائیں گے اس کے

بها خمسا وعشرين
درجة فارغبوا ذالك

لیے پچیس درجے۔ اب تم کو
چاہیئے کہ اس کام کی طرف رغبت کرو

اس روایت میں یہ ہے سنّی یا غیر شیعہ کے پیچھے بطور تقیہ کے نماز پڑھ لینے میں ۲۵ درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے اور حضرت امام جعفر کا حکم ہے کہ اے شیعو! سنیوں کے پیچھے بطور تقیہ نماز پڑھا کرو۔

دوسری روایت کے لفظ یہ ہیں:۔

قال من صلّی معهم فی الصف
الاوّل کمن صلّی خلف رسول
الله فی الصفِ الاوّل۔
(من لا یحضرہ الفقیہ باب الجماعت)

امام جعفر نے فرمایا۔ جو کوئی ان کے
ساتھ صفِ اول میں نماز پڑھے،
وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے رسول
اللہ کے پیچھے صفِ اول میں نماز پڑھی۔

اب حضرات شیعہ اہل سنت کے مراتب ملاحظہ فرمائیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں شیعوں کو رسول کریم کے پیچھے صف اول میں نماز پڑھنے کے برابر ثواب مل جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ تقیہ کے کرشمات ہیں۔ تو حرام ذبیحہ کا بطور تقیہ حلال ہو جانا تو بالکل معمولی بات ہے۔

اب لیجئے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر تبرّاء کی روایت۔

دوسری روایت تبرّاء

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ حضرت علی نے فرمایا تھا کہ تم بلائے جاؤ گے مجھے بُرا کہنے پر، تو مجھے بُرا کہہ دینا۔ سائل نے پُوچھا۔

إن اختار القتل دون البرأة
فقال والله ما ذالك علیه۔
(اصول کافی ص۴۸۴)

اگر وہ قتل ہونا اختیار کرے اور
تبرّاء کہنا گوارا نہ کرے تو آپ نے فرمایا،
یہ اس پر واجب نہیں ہے۔

یعنی امام جعفر صادق نے یہ فرمایا کہ بطور تقیہ حضرت علی پر تبرا کہنا جائز ہے تو حرام فرج کا بطور تقیہ حلال ہو جانا تو بالکل معمولی بات ہے؟ تقیہ کے متعلق مزید تفصیل اسرارِ مذہب شیعہ کے دوسرے حصص میں پڑھیے۔

ضرب ہشتم

مجلس عزا اور کافر

ذخیرۃ المعاد میں ہے کہ کافر بھی مجلس عزا میں آئے تو ثواب پائے اس کے جواب میں مدیر رضاکار نے فرمایا ہے کہ ہمیں اس عقیدہ سے انکار نہیں بلکہ اس کے اقرار میں ایک فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو عبارت ہے وہ مرحوم کے احساسات سے متعلق ہے۔ (رضاکار ص۱ ۲۴ نومبر ۱۹۵۵ء)

رضوان

الحمد للہ مدیر رضاکار نے اس حوالہ کو مانا ہی نہیں بلکہ اس پر فخر کیا ہے۔ اس کے بعد ہم سے سوال کیا ہے کہ مدیر رضوان کو اعتراض کس بات پر ہے اگر وہ اپنے معہود ذہنی کا اعلان کر دیں تو ہم بھی کھل کر اس موضوع کے ہر گوشہ پر روشنی ڈالیں گے۔

(رضاکار ص۱ تاریخ مذکورہ)

تو گزارش ہے اس میں ہمیں اعتراض اسی پر ہے اور ہمارے نزدیک شیعوں کی مجلس عزا میں کافر تو کیا سنی بھی جائے گا تو سوائے اس کے کہ اپنے نامۂ اعمال میں دس گناہ کا اور اضافہ کرے گا۔ اور کچھ نہ پائے گا۔ کیونکہ آپ کی مجلس عزا کی کیفیت اب میری زبان سے آپ کیوں ظاہر کراتے ہیں۔ خود ہی گریبان میں منہ ڈال کر معلوم کیجئے اور شام غریباں کی اندھیری رات کے مناظر عالیہ اور اعمالِ مبارکہ کی تفصیل کو ذہن میں رکھیے۔ پھر بوقتِ دانگی گھوڑا و تعزیہ سیمیں تنوں سے نظر بازی کا منظر بھی اپنی آنکھوں میں رکھ کر کہیئے کہ اس اقرار میں

آپ فخر محسوس کریں گے؟ ایک بنیادی بات یہ بھی کہہ دوں کہ شیعوں کی مجلس عزا عموماً تبرے پر مشتمل ہوتی ہے۔ اگر بالفرض وہاں مذکورہ بالا امور نہ بھی ہوں تو ظاہر ہے کہ جس مجلس میں صدیق و فاروق و عثمان اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم پر تبرا بکا جائے وہاں خاک برکت ہوگی، جہاں اُم المومنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ پر زبانِ طعن درازی کی جائے، وہ مجلس کسی کی ہدایت کا کیا سبب بنے گی؟ وہاں تو پہلے ہی اندھیرا ہے۔ نور مفقود ہے۔ جو اس اندھیرے میں قدم رکھے گا۔ وہ نور کہاں سے پائے گا جبکہ وہاں جہانگیر تاریکی موجود ہے۔

واضح ہو یہ میں اس مجلس کے متعلق کہہ رہا ہوں جس میں صحابہ کرام و بزرگانِ اسلام پر تبرا ہو۔ بدعات اور ناجائز امور کی آماجگاہ ہوں۔

مجلسِ سیدالشہداء

لیکن وہ مجلسِ پاک جس میں شہزادہ گلگوں قبا۔ امام الثقلین۔ غیث الملوین، شہزادہ کونین حضور سیدنا و مولانا امام حسین سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر ہو۔ ان کے رفقاء کرام کی جانبازیاں اور اس نورانی پیکر کے اخلاقِ عالیہ و سیرتِ مطہرہ کا تذکرہ ہو۔ اہل بیت و آئمہ اطہار کے ذکر مبارک سے مجلس مزین ہو۔ میدانِ کربلا کے صحیح خونی واقعات اور حسین کریم کی شجاعت و حق و صداقت کا بیان ہو، وہاں بلاشبہ رحمتِ الٰہی متوجہ نمائش ہوتی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ایسی مجلسِ پاک سے جس قدر عقیدت و محبت رکھی جائے کم ہے۔ کیونکہ حسین کا ذکر محمد مصطفےٰ کا ذکر ہے اور محمد مصطفےٰ کا ذکر خدا کا ذکر ہے۔ اور اس واسطے حسین کا ذکر خدا کا ذکر ہے۔ یہ میرا عقیدہ اور ایمان ہے۔ آپ لوگ ان صحیح عقائد و اعمال میں مجھے اپنا حریف نہیں پائیں گے۔

ہاں جیسی مجلسِ عزا فی زمانہ مروج ہیں، خصوصاً وہ مجالس جس میں صحابہ پر طعن کی جاتی ہے۔ اس میں چاہے کافر آئے یا مومن مسلمان۔ کسی کو کوئی دینی و دنیاوی فائدہ نہیں

پہنچ سکتا۔ لیجئے آپ کے حکم کے مطابق میں نے اپنے ذہنی معبود کا اعلان کر دیا ہے۔

ضربِ نہم

ماتم اور طبلے کی تھاپ

ذخیرۃ المعاد میں ہے کہ آلاتِ لہو کے ساتھ ماتم کرنا جائز ہے۔ اس کے جواب میں مدیر رضاکار نے لکھا ہے کہ:-

"اس مقام پر مدیرِ رضوان کی بوکھلاہٹ ایک مستقل لطیفے کی حیثیت رکھتی ہے۔ ملا محمود احمد صاحب اپنے مقالے کے آغاز میں یہ تحریر فرما چکے ہیں۔ کہ شیعہ کتب سے ثابت ہے کہ محرم میں ماتم و نوحہ اور تعزیہ نکالنا حرام و ناجائز ہے۔ دیکھا آپ نے بیک جنبش قلم سمند تحقیق سے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ یعنی شروع میں تو آپ یوں نفیری بجاتے ہیں کہ مذہبِ شیعہ میں نوحہ و ماتم حرام[1] مطلق ہے اور جب تان ٹوٹتی ہے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یونہی نہیں بلکہ آلاتِ لہو ولعب کے ساتھ بھی ماتم کرنا جائز ہے"! (سبحان اللہ)

(رضاکار ص ۱ ۲۴ نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان

اب یہ مدیرِ رضوان کی بوکھلاہٹ ہے یا شیعہ مذہب کی بوکھلاہٹ۔ اس کا فیصلہ ابھی قارئین خود ہی کر لیں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ شیعہ کتب سے ماتم و نوحہ کے ناجائز ہونے پر دلائل مل جاتے ہیں۔

---

[1] حرام مطلق رضوان میں کہیں نہیں لکھا گیا۔ یہ مدیر رضاکار نے خیانت فرمائی ہے۔ کیونکہ وہ عادت سے مجبور ہیں۔ رضوان میں ناجائز، حرام یا ممانعت کے الفاظ لکھے گئے تھے۔

حوالہ کے لیے دیکھیے ذیل کی کتابیں:۔

(۱) جلاء العیون ص۵۵ (۲) فروع کافی ص۲۱۲ ج ۲ - (۳) تفسیر عمدۃ البیان ج ۳ ص۲۴۳ (۴) من لا یحضرہ الفقیہ باب ما یصلی فیہ - (۵) فروع کافی ص۱۱۹ باب النضری وغیرہ۔

ان کتابوں میں ماتم و نوحہ کی مخالفت پر روایات اور فقہی اقوال[1] موجود ہیں۔ مگر اس کے برعکس شیعہ کتب میں یہ بھی ہے کہ ماتم و نوحہ اور تعزیہ کارِ ثواب ہے۔ یعنی ایک جگہ ان کی کتابیں ماتم و نوحہ کو ناجائز کہتی ہیں اور دوسری جگہ جائز۔ جو در اصل شیعہ مذہب کی بوکھلاہٹ کی دلیل ہے۔ اب میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ شیعہ مذہب میں یہ بوکھلاہٹ کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ خود ائمہ ایک بات پر قائم نہیں رہتے تھے۔

۱۔ ایک سوال کا جواب کسی کو کچھ دیتے تھے اور کسی کو کچھ۔ چنانچہ اصول کافی ص۳۷ پر زرارہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام باقر سے ایک مسئلہ پوچھا۔ مجھ کو انھوں نے ایک جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا۔ اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ اس کو امام نے اور جواب دیا، جو میرے جواب کے خلاف تھا۔ پھر ایک تیسرے شخص نے آ کر وہی مسئلہ پوچھا۔ فاجابه بخلاف ما اجابني واجاب صاحبي۔ تو اس کو آپ نے ہم دونوں کے خلاف جواب دیا۔

زرارہ کہتا ہے جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے امام باقر سے کہا اے فرزند رسول اللہ دونوں شخص عراق کے رہنے والے تمہارے شیعوں میں سے ہیں۔ یہ دونوں

---

[1] اور معلوم ہوتا ہے یہ روایات صحیح ہیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث کے مطابق ہیں۔ اس کے برعکس جواز کی روایتیں ہمارے نزدیک جعلی ہیں اور شیعوں نے خود گھڑ لی ہیں۔

تم سے مسئلہ پوچھنے آئے۔ تم نے ایک کو کچھ جواب دیا اور دوسرے کو اس کے خلاف جواب دیا تو امام نے فرمایا:۔

"اے زرارہ یہ بہتر ہے ہمارے لیے اور باقی رکھنے والا ہے ہم کو اور تم کو"

ولو اجتمعتم علی امرٍ واحدٍ	اور اگر تم سب ایک مذہب پر جمع
بصدقکم الناس علینا و	ہو جاؤ تو سب آدمی تصدیق کریں گے
لکان اقل لبقاءنا و لبقائکم	کہ تم ہمارے گروہ میں ہو اس میں ہماری
(اصول کافی ص۳۷)	اور تمہاری دونوں کی بقا کم ہو جائیگی۔

(ترجمہ حرف بہ حرف ہے)

اس روایت سے جو شیعوں کی مذہبی کتاب کی ہے یہ معلوم ہوا۔ امام باقر علیہ السلام کا یہ شیوہ تھا کہ اپنے مخلصین میں عمداً اختلاف ڈالتے تھے۔ دو مختلف قولوں میں ایک حق ہوگا دوسرا ناحق۔ پس ایک سے حق کہہ دیا اور دوسرے سے ناحق۔ ؎

دل فریبوں نے کبھی جس سے نئی بات کہی
ایک سے دن کہا اور دوسرے سے رات کہی

۲۔ رسول اور ائمہ اپنے مخالفوں کی نماز جنازہ میں شریک ہو کر بظاہر نماز پڑھتے تھے۔ اور دل میں بددعا کرتے تھے (دیکھو فروع کافی جلد اول ص۹۹)۔ ؎

ساتھ میت کے تو کرتے ہوئے افسوس گئے
قبر پر پہنچے تو چپکے سے مجھے کوس گئے

۳۔ صبح کو آسمان سے آواز آتی تھی کہ علی اور ان کے شیعہ کامیاب ہیں اور شام کو یہ ہی آواز عثمان اور ان کے ساتھیوں کے لیے آتی تھی (دیکھو کتاب الروضہ)

؎ بے، ابھی دونوں طرف باقی لگاوٹ یار کی
صبح کو تعریف میری شام کو اغیار کی

۴۔ کافی کی کتاب الروضہ میں محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام ابو حنیفہ کی ان کے سامنے تو بہت تعریف کی اور جب امام مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے تو ان کی بُرائی کر دی۔ ؎

میرے آگے میری تعظیم ہے تعریف بھی ہے
پیچھے یہ کیوں نہ کہیں غیر کی تالیف بھی ہے

۵۔ نہ صرف یہ بلکہ شیعہ مذہب میں بلا کسی ضرورت اور فائدہ کے جھوٹ بولنا تقیہ اور سنتِ انبیاء ہے اور تقیہ کے لیے نہ دینی مصلحت شرط ہے اور نہ حالتِ خوف۔ (دیکھو اصول کافی ص ۴۱۳)۔ ؎

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا
تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

۶۔ شیعہ کتب سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ ائمہ جھوٹے فتوے دے کر حرام کو حلال بتا دیتے تھے۔ حرام جانور کو حلال بتا کر لوگوں کو حرام گوشت کھا لینے پر مبتلا کرتے۔

(دیکھو فروعِ کافی کی کتاب الصید ص ۸۰)

۷۔ کتب شیعہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ائمہ مذہب شیعہ کو خفیہ سکھاتے تھے اور عام جلسہ میں اسی مذہب کا رد کرتے تھے۔ (دیکھو اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۸)

یہ چند روایتیں مع صفحہ کتاب کے ہم نے مجملاً ذکر کر دی ہیں۔ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ خود اپنے اصحاب میں اختلاف ڈالتے تھے۔ کسی کو کچھ اور کسی سے کچھ کہتے تھے۔ خود

ان کی سیرت میں سخت تضاد اختلاف اور انتشار ہوتا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ شیعہ مذہب انہیں روایات سے مستفاد ہے، یہی روایات شیعہ مذہب کی اساس ہیں۔ جب روایات ہی مختلف ہیں تو شیعہ مذہب میں تضاد، اختلاف اور انتشار کا ہونا ضروری ہے اور یہ بات ایک مستقل لطیفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اُمید ہے اب مدیرِ رضاکار پہ کھل گیا ہوگا کہ مدیرِ رضوان کی بوکھلاہٹ ایک مستقل لطیفے کی حیثیت رکھتی ہے یا شیعہ مذہب کی؟

اب ذرا پڑھیئے تو اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔

ایک قابلِ ذکر بات

قارئین! یہ چند حوالے ہم نے بطورِ الزام پیش کیے ہیں۔ یہ سب شیعہ کتب کے ہیں۔ جن سے صریحاً ائمہ کرام کی توہین ہوتی ہے۔ ہم ان روایات کو قطعاً غلط اور جعلی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک آئمہ کی اخلاقی حالت ایسی ہرگز نہ تھی جیسی کہ شیعہ روایات سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ شیعہ حقیقت میں دشمنِ اہل بیت ہیں۔ مُحبِّ اہل بیت نہیں ہیں۔ جن پہ شیعہ کتب کے مذکورہ بالا حوالے دلیل قاہر ہیں۔ ہم اسرارِ مذہب شیعہ کے آئندہ حصص میں اس پر مزید روشنی ڈالیں گے۔

آمدم برسرِ مطلب! لیجیئے اب ہم پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ رضوان میں یہ لکھا گیا تھا کہ:۔

”شیعہ مذہب میں آلاتِ لہو و لعب کے ساتھ ماتم کرنا جائز ہے“

اس کے جواب میں مدیرِ رضاکار نے یہ فرمایا:۔

”یہ مدیرِ رضوان کی بوکھلاہٹ ہے جس کا جواب ہم اوپر دے چکے ہیں“۔

اس کے بعد مدیرِ رضاکار نے ذخیرۃ المعاد کی اصل عبارت درجِ اخبار کردی (گویا

انھوں نے تسلیم کر لیا کہ رضوان کا حوالہ صحیح ہے ، جس کو ہم انہیں کے الفاظ میں یہاں درج کرتے ہیں اور قارئین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس کو بغور پڑھیں اور پھر سوچیں جو بات ہم نے لکھی تھی یعنی یہ کہ : شیعہ مذہب میں آلات لہو و لعب کے ساتھ بھی ماتم جائز ہے ، یہ مدیر رضا کار نے تسلیم کر لیا یا نہیں ؟ مدیر رضا کار ذخیرۃ المعاد کی اصل عبارت کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں ۔

سوال : ہندوستان کے بعض شہروں میں یہ رواج پایا جاتا ہے ۔ کہ جب جلوس منزل پر پہنچ جاتا ہے تو ماتم ختم ہونے تک جھانجھ تاشے وغیرہ بجائے جاتے ہیں ۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے مجمع کے ساتھ چلنا اور اسی طرح ماتم میں شریک ہونا بالخصوص یہ سمجھتے ہوئے یہ سب رقت کا سامان ہے ۔ اور مظلوم کربلا پر رونا ہی ہمارا فرض ہے ۔ ضمناً یہ صدائیں بھی آجائیں ، جائز ہے یا نہیں ۔

جواب : رونا اور رلانا تو مدعائے خاص ہے اور جہاں تک مذکورہ بالا آلات کا ساتھ رکھنے کا تعلق ہے ، اگر ان کے استعمال کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو دشمنانِ اسلام کی جفاکاری کے واقعات یاد دلائے جائیں جیسا کہ مشہور ہے کہ کوفہ سے مخالفین کا جب کوئی نیا دستہ آتا تھا تو عمر سعد کے لشکر میں عددی برتری کے اعلان کے لیے مسرت کے شادیانے بجاتے تھے تو کوئی حرج نہیں ۔"

(رضا کار ص۳ ۲۴ر نومبر ۱۹۵۴ء)

سوال و جواب کی اہم عبارت جو مدیر رضا کار کے نزدیک بھی اہم تھی ۔ ہم نے آپ کے سامنے رکھ دی ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے ۔ اصل مقصود تو ماتم ہے ۔ اور اگر عمر سعد کی جفاکاری کے اظہار کے لیے باجے تاشے کے ساتھ بھی ماتم کیا جائے تو جائز ہے ۔

جو مدیر رضاکار نے خود بھی تسلیم کر لیا۔

اب لیجئے دُوسرا حوالہ۔ جو مدیر رضاکار ہی کی زبان میں یہ ہے :۔

سوال : ایسے جھانجھ تاشے جو صرف جلوس اور مجالس عزا میں شریک ہونے والوں کی جمع و ترتیب کے لیے خصوصیت سے وضع کیے گئے ہوں، اور عرفِ عام میں ایسے ایسے جھانجھ تاشوں کو آلاتِ لہو نہ کہا جاتا ہو بلکہ عام طور پر اُنہیں عزاداری کے سامان میں شمار کیا جاتا ہو، ماتم داری سید الشہداء کے ضمن میں اُن کا استعمال حلال ہے یا حرام۔

جواب : ضرر ندارد بلکہ محبوب و مطلوب است۔

ترجمہ : ان شرائط کے ساتھ کہ یہ ساز آلاتِ لہو میں نہ شمار ہوتا ہو اور محض سامانِ عزا کہلاتا ہو اور انہیں مواقع پر ان کا استعمال ہو کوئی حرج نہیں رکھتا۔ بلکہ پسندیدہ ہے۔

(رضاکار صـ۲ ۲۴ نومبر)

اصل فتوٰی کا ترجمہ مدیر رضاکار ہی کے لفظوں میں آپ کے سامنے ہے۔ اس میں یہ لفظ ہیں۔ ضرر ندارد بلکہ محبوب و مطلوب است۔ کہ ماتم میں جبکہ یہ آلاتِ لہو میں شمار نہ ہوں اور سامانِ ماتم قرار دیے جائیں تو ان میں حرج نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہی مطلوب اور پسندیدہ ہے۔

بتائیے ہم نے اس کے خلاف اور کیا لکھا اور مدیر رضاکار نے ان حوالوں کو نقل کر کے کیا ثابت کیا۔ ان حوالوں سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ اگر باجے تاشے جھانجھ کے ساتھ ماتم کیا جائے تو جائز ہے۔ ہاں یہ تصریح ملی کہ یہ باجے تاشے جھانجھ عمر سعد کی نقل کے لیے یا مجمع کو جمع کرنے کے لیے ہونے چاہئیں۔ اور ان سے مقصود مسرت اور خوشی کا اظہار نہ ہونا چاہیئے۔ ان سب قیود سے ہمیں انکار نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے مگر یہ بات

ہماری ہی سمجھ سے بالاتر نہیں ہے۔ بلکہ ہر ہوشمند یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ :-

"جھانجھ جیسے ہیجڑے بچہ پیدا ہونے کی خوشی میں بجاتے ہیں اور تاشے
باجے جو شادیوں میں بجائے جاتے ہیں، یہ آلاتِ لہو سے کیسے نکل جائیں گے
یہ تو بہر صورت آلاتِ لہو ہی رہیں گے"۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ لوگ زبردستی اپنی اصطلاح بنالیں اور بلّی کا نام خوبن رکھ لیں تو واقعی اصطلاح میں مناقشہ نہیں ہو سکتا مگر عرفِ عام میں باجے۔ تاشے اور جھانجھ خوشی کے لیے ہی بجائے جاتے ہیں۔ البتہ نقّارہ مجمع کو جمع کرنے یا کسی اہم اطلاع کے لیے بجایا جاتا ہے۔ تو آپ لوگ اگر ماتم کے ساتھ نقارہ بجاتے تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ یہ آلاتِ لہو سے نہیں ہے۔ بلکہ صرف مجمع کو جمع کرنے کے لیے بجایا گیا ہے۔ مگر جھانجھ تاشے۔ باجے یہ تو زمانہ بھر میں کھیل کود اور خوشی و مسرت ہی کے لیے بجائے جاتے ہیں۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ جسے زمانہ آلاتِ لہو سے شمار کرے۔ آپ اس کو نہ کریں۔ زمانہ جس کو خوشی کے موقع پر بجائے اور آپ اُس سے خوشی مراد نہ لیں۔ بہرحال ہمارا حوالہ غلط ثابت نہیں ہوا بلکہ آپ نے اس کو تسلیم کرلیا۔ اب آپ کے یہ جملے کہ :-

"اتنے صاف اور واضح بیان کے بعد بھی مدیرِ رضوان کا یہ ارشاد
آلاتِ لہو و لعب کے ساتھ بھی ماتم جائز ہے۔ موصوف کے ایمان کی کس
درجہ قوی دلیل ہے"۔ (رضاکار ۲۴ نومبر ۱۹۵۴ء)

اہلِ علم و بصیرت کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ بلکہ آپ کے لاجواب ہونے پر دلیلِ ظاہر بن رہے ہیں۔ اس سلسلے میں مدیرِ رضاکار نے علامہ کاظم صاحب کا حاشیہ نقل کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ کاظم صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ احوط ترک است۔ لیکن میری

گزارش یہ ہے کہ احوط ترک است کے جملے سے جواز کی نفی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پھر کاظم کے حوالے سے فائدہ ـــــ مدیر رضاکار نے اخیر میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

ہم پر الزام

"پھر تعجب ہے یہ الزام اس گروہ کی جانب سے ہے جو محفلِ سماع میں دن رات طبلے کی تھاپ، سارنگی کی رُوں رُوں اور مطرب آتش نوا کے زمزموں پہ دین و دنیا نچھاور کرنے کا عادی ہے (رضاکار ص۴ ۲ نومبر ۵۴ء)

رضوان

اولاً ہم کہنا چاہتے ہیں اس بے تکی بات سے مدیر رضاکار ہم پر کیا الزام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم اہلسنت و جماعت راگ رنگ کو جائز کہتے ہیں۔

ثانیاً اب اس کا جواب یہ ہے کہ جھوٹوں پہ خدا کی لعنت۔ ٹھیک ہے نا۔ جو لوگ سماع کے بارے میں ہمارے مسلک سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہم مزامیر کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں۔ رضوان کے متعدد شماروں میں ہم نے اس کی تصریح کی ہے۔ بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ بعض صوفیا کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ انھوں نے مزامیر سے قوالی سُنی یہ بات تاریخ سے کبھی ثابت نہیں (فتاویٰ عزیزیہ) اور اگر ہو بھی تو اعمال مشائخ و صوفیاء جبکہ حکمِ شرع کے خلاف ہوں، ہمارے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ دراصل وہابیوں کی تحریرات سے متاثر ہو کر آپ نے یہ لکھ دیا کہ ہم بریلوی مزامیر کے ساتھ سماع کو جائز سمجھتے ہوں گے۔ حالانکہ خود وہابیہ کو ہمارے متعلق یہ غلط فہمی ہے اور اسی کے آپ بھی شکار ہو گئے۔

بہرحال ہمارا مسلک یہ ہے کہ مزامیر کے ساتھ قوالی ناجائز ہے۔ اس حقیقت کے باوجود اگر آپ ہم پہ یہ الزام ہی رکھیں کہ:-

"تم تو سارنگی کی رُوں رُوں پہ دین و دنیا نچھاور کرنے کے عادی ہو" ـــــ تو اس کا جواب

ہمارے پاس صرف یہی ہو سکتا ہے کہ:۔ ——— لعنت اللہ علی الکاذبین

ضرب دہم

شمر اور زینب کی شبیہ

رضوان میں لکھا گیا تھا کہ شیعہ مذہب میں شمر اور زینب کی شبیہ بنانا جائز ہے (ذخیرۃ المعاد)۔ اس کا جواب بھی مدیر رضاکار سے کچھ نہیں بنا اور انھوں نے حوالہ کو تسلیم کر لیا۔ البتہ عوام کو مرعوب کرنے کے لیے یہ جملے ضرور لکھے ہیں:۔

"اس من گھڑت فقرے سے جناب مُلّاں صاحب (مدیر رضوان) نے یہ غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ ذخیرۃ المعاد میں بغیر کسی قید کے شبیہ سازی کا مطلق حکم موجود ہے۔"

آخر میں انھوں نے یہ جملے لکھے ہیں:۔

"کہیئے محترم مُلّا صاحب کیا قیمت رکھتا ہے۔ آپ کا مندرجہ بالا استنتاج[۱] اور کتنا سچا ہے، جناب کا یہ حوالہ۔ مگر حضور کو سچائی سے کیا رشتہ۔ اور اگر سرکار کے مسلک میں صداقتوں کا احترام ہونے لگے۔ پھر شر انگیزی کے مقدس مشاغل کا کیا حشر ہو گا؟ صحیح فرمایا ہے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے۔ ع

دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد

(رضاکار ص۳ یکم دسمبر ۱۹۵۴ء)

مدیر رضاکار کے کلماتِ طیبات آپ کے سامنے ہیں۔ ان کی اس سوقیانہ گفتگو کا

---

[۱] ۔ یہ لفظ مدیر رضاکار نے اس طرح لکھ کر اپنی علمیت کا ثبوت دیا ہے۔

جواب ترکی بہ ترکی بھی دیا جا سکتا ہے۔ مگر ہمارا مقصد گالی کا جواب گالی نہیں ہے۔ بلکہ ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ حقیقتِ امر کو آپ کے سامنے رکھنا ہے۔ اس لیے ہم صرف ذخیرۃ المعاد کی مکمل عبارت آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ جس کو قارئین کرام خود پڑھ لیں اور پھر مدیر رضا کار کی صداقت و امانت کا اندازہ لگا لیں کہ ہم نے حوالہ غلط دیا ہے یا صحیح۔ اور شیعہ مذہب میں شمر و زینب کا سانگ بنانا جائز ہے یا نہیں۔ لیجئے مکمل حوالہ یہ ہے:۔

"آیا شبیہ در آوردن کہ مراد از عزاداری	کیا سانگ بھرنا کہ مراد اس سے امام حسین
امام حسین علیہ السلام مے باشد کہ شمر	کی عزاداری ہوتی ہے۔ بایں طور
درست مے کنند و طرفِ دیگر زینب	کہ ایک طرف شمر کا سانگ بھریں
درست می کنند۔ یا اینکہ مرد است	اور دوسری طرف (حضرت) زینب
چہ حکم دارد جواب: عیب ندارد۔	کا سانگ بھریں۔ اس طرح پر کہ
بلکہ ممدوح است۔ مادامی کہ مشتمل	ایک طرف مرد ہے۔ کیا حکم رکھتا ہے
بر محرم خارجی مثل غنا و نحو آں نباشد"۔	جواب: عیب نہیں رکھتا بلکہ بہت
(ذخیرۃ المعاد صـ ٦١٨)	اچھا کام ہے۔ جب تک کہ مشتمل

محرم خارجی مثل غنا اور مثل اس کی نہ ہو۔

دیکھیے اس میں تصریح ہے۔ وہ شبیہہ جس کا مقصد امام حسین علیہ السلام کی عزاداری ہو اور اس مقصد کے لیے اگر زینب اور شمر کی شبیہہ بنائی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ بلکہ (ممدوح) بہت خوب ہے۔ ہاں اس میں یہ قید ہے کہ اس شبیہہ کے ساتھ کوئی محرم خارجی نہ ہو۔ جیسے غنا وغیرہ۔ تو اس قید سے نہ ہمیں پہلے انکار تھا اور نہ اب ہے۔ ہمیں تو صرف یہ ہی بتانا تھا کہ ماتم وغیرہ کے لیے شیعہ مذہب میں شمر و زینب کی شبیہہ بنانا صرف

جائز ہی نہیں بلکہ ممدوح ہے ۔ اور یہ بات مدیرِ رضاکار کو بھی تسلیم ہے ۔ پھر نہیں معلوم انہیں کیوں غصہ آرہا ہے ۔ اور جس بات کو وہ خود تسلیم کرتے ہیں اگر اس کو کوئی دوسرا ظاہر کردے تو وہ کیوں ناراض ہوتے ہیں ۔

توضیح اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ یہاں شبیہہ سے مراد تصویر نہیں بلکہ سانگ ہے ۔ جیسے ایکٹر اور ایکٹرس جہانگیر اور نور جہاں کا سانگ فلم میں بھرتے ہیں ۔ چنانچہ ذخیرۃ المعاد کے حاشیہ پر شبیہہ کے معنیٰ یہ کیے ہیں ۔

شبیہ یعنی خود را بصورت کسے ساختند جس کا مطلب یہ ہوا کہ عزاداری امام حسین کے لیے اگر شمر اور زینب کا پارٹ ادا کیا جائے یعنی ایک شخص تو شمر بنے اور دوسرا حضرت زینب کا سانگ بھرے (جو سیدنا امام حسین علیہ السلام کی سگی بہن ہیں) تو یہ بات شیعہ مذہب میں نہ صرف جائز ہے بلکہ ممدوح بھی ہے ۔ البتہ یہ قید ضرور ہے کہ اس کے ساتھ کوئی محرم خارجی نہ ہو ۔ مگر اس قید کا ہونا نہ ہونا برابر ہے ۔ کیونکہ شبیہہ بنانا خصوصاً حضرت زینب کا سانگ بھرنا جو حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی سگی بہن ہیں ۔ خصوصاً ایک مرد کا حضرت زینب کا پارٹ ادا کرنا ۔ یہ فعل ہی نہایت مذموم ہے ۔ اب چاہیے اس کے ساتھ کوئی دوسرا محرم ہو یا نہ ہو نفس شبیہہ ہی کب جائز ہے اور پھر یہ بات کتنی مذموم ہے کہ سیدنا امام حسین کی سگی بہن کا روپ ایک مرد اتارے (معاذ اللہ) یہ تو محبانِ اہل بیت کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتے ۔

بہر حال اصل عبارت قارئین کے سامنے ہے ۔ اب وہ خود ہی فیصلہ کر لیں، کہ کون سچا ہے اور مدیرِ رضاکار نے جو کچھ لکھا ہے اس میں کتنا وزن ہے ۔

⁂

ضرب یازدہم

مسجد میں حقّہ پینا جائز ہے

رضوان میں لکھا گیا تھا کہ شیعہ مذہب میں مسجد میں بیٹھ کر حقّہ پینا جائز ہے۔ اس حوالہ کو بھی مدیرِ رضا کار نے من وعن تسلیم کیا ہے۔ البتہ جب اُن سے جواب نہیں بن پڑا تو انہوں نے حسبِ عادت لفاظی سے ضرور کام لیا ہے۔ مثلاً فرمایا ہے:۔

رضا کار

(۱) مدیرِ رضوان کی نظر تو صرف پکی روٹی تک ہے۔

(۲) کسی چیز کا جائز ہونا اور بات ہے اور عمل دوسری چیز ہے۔

(۳) کیا کسی شیعہ کو آپ نے مسجد میں حُقّہ پیتے دیکھا ہے۔ جن چیزوں کا استعمال گھر میں جائز ہو، مسجد میں بھی جائز ہوتا ہے۔ یہ لکھ کر انھوں نے یہ بھی لکھ دیا ہے: کہ مساجد میں حقہ نوشی کے لیے شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے البتہ مقامی تہذیب اور رسم و رواج گرفتار کرتا ہے۔ (رضا کار ص ۳ یکم دسمبر)

رضوان: اب جبکہ مدیرِ رضا کار خود ہی یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ مسجد میں حقّہ نوشی کی ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے تو اب ہمارا اس پر مزید تبصرہ بے کار ہے۔ البتہ مدیرِ رضا کار سے یہ گزارش ضرور کرنی ہے کہ جب آپ کے نزدیک مسجد میں حقّہ پینا جائز ہے اور آپ خود اس کو تسلیم کرتے ہیں تو اگر رضوان یہی بات لکھ دیتا ہے تو آپ کو کیوں غصہ آتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں یہ بھی کہنا ہے کہ یہ اصول ہی غلط ہے کہ جو چیز فی نفسہٖ جائز وہ مسجد میں بھی جائز ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ مسلّم امر ہے کہ مسجد محض ذکرِ الٰہی کے لیے

ہے۔ وہاں کا ادب و احترام ہر مسلمان کے لیے فرض ہے۔ مسجد میں تجارت کرنا۔ دنیا کی باتیں کرنا۔ بیوی سے صحبت کرنا۔ پیاز و لہسن کھا کر مسجد میں آنا۔ یہ کام اگرچہ خارج مسجد جائز ہیں۔ مگر مسجد میں حرام اور گناہ شدید ہیں اور یہ حکم شرعی ہے۔ یعنی اسلام نے مسجد کے احترام کا حکم دیا ہے۔ اب جو بات بھی مسجد کے احترام میں خلل انداز ہوگی وہ مسجد میں ناجائز ہی رہے گی۔ خواہ خارج مسجد جائز ہی ہو۔ لہذا مدیر رضاکار کا یہ کہنا کہ مساجد میں حقہ نوشی کے لیے شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے تو یہ فتویٰ بھی شیعہ مذہب کا ہے۔ اہل سنت کے ہاں تو ہر وہ کام مسجد میں ناجائز ہے جو مسجد کے احترام میں خلل انداز ہو سکتا ہے۔

رضاکار: مدیر رضاکار نے یہ بھی لکھا ہے:۔

> البتہ رسم و رواج گرفت کرتا ہے اور مقامی تہذیب حائل ہوتی ہے۔ اور اس کا ہمیں خیال رکھنا چاہیے۔ لیکن جن ممالک میں یہ رواج نہیں ہے، وہاں قانونی گنجائش سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ آپ بغداد کی مساجد میں جا کر ملاحظہ فرمائیں۔ اگر خطیب صاحب خود محراب کے پاس سگرٹ پی کر تدخین کے جواز کا عملی ثبوت نہ پیش کردیں تو ہمارا ذمہ۔
>
> (رضاکار۔ یکم دسمبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: یہاں مدیر رضاکار یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پاکستان و ہندوستان میں چونکہ رواج نہیں ہے۔ اس لیے لوگ حقہ اور سگرٹ مسجد میں نہیں پیتے۔ البتہ جن ممالک میں رواج ہے۔ جیسے بغداد میں تو وہاں مسجد کے محراب میں حقہ سگرٹ پی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات بھی آپ ہی کے مذہب کے مطابق ہوگی۔

اہل سنت کے ہاں تو بہر حال مسجد میں حُقّہ پینا ناجائز ہے اور یہ حکم رواج یا تہذیب و تمدّن کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ قرآن و حدیث کی ہدایات کی بنا پر ہے۔ آپ بغداد چھوڑ کر پاکستان ہی کی مساجد میں شوق سے حقّہ پیجیے۔ ہمیں اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جبکہ آپ کے مذہب میں مسجد حُقّہ پینا جائز ہے۔

اب رہا بغداد کے خطباء کا معاملہ، تو اول تو یہ ہی غلط ہے کہ بغداد میں حنفی مساجد کے خطیب حُقّہ پی لیتے ہیں۔ ہم نے تو یہ سُنا نہیں۔ البتہ یہ سُنا ہے کہ ایران میں شیعہ لوگ اپنی مساجد میں جوتیوں سمیت چلے جاتے ہیں۔ اور اگر بالفرض یہ بات مان بھی لی جائے کہ بغداد میں شیعہ سُنّی دونوں طبقوں کے خطیب مسجد میں حُقّہ پی لیتے ہیں۔ تو ان لوگوں کے عمل سے ناجائز فعل جائز نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ جائز ہو گا تو جائز کہا جائے گا۔ اور اگر شریعتِ محمدیہ اس کو ناجائز کہے گی تو اس کو ناجائز قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا اس معاملہ میں بغداد کا حوالہ دینا ہر سلیم العقل کے نزدیک کوئی وزن نہیں رکھتا اور اگر آپ کے نزدیک کسی ملک کے عوام کا فعل ہی دلیلِ شرعی ہے تو پھر جناب کو چاہیئے کہ یہ بھی فتوے دے دیں کہ چونکہ ترکی میں عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔ وہاں کے علماء اور خطباء کی بیویاں بے پردہ پھرتی ہیں۔ اس لیے عورتوں کا بے پردہ پھرنا جائز ہے۔ ذرا غور فرمائیے آپ نے بغداد کا حوالہ دے کر اپنے وقارِ علمی میں کتنا اضافہ فرمایا ہے؟

رضاکار: اس سلسلے میں مدیر رضاکار نے یہ بھی لکھا ہے کہ رمضان میں عوام مسجد میں افطار کرتے ہیں اور روٹی کھاتے ہیں۔

رضوان: اوّل تو روزہ افطار کرنے اور حُقّہ پینے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اس کے علاوہ اہل سنت و جماعت کے ہاں مطلقاً مسجد میں روٹی کھانا بھی جائز نہیں

ہے۔ مسجد میں وہی شخص روٹی کھا سکتا ہے جو اعتکاف میں نیت کر لے۔ یہ جواز بھی اعتکاف کی نیت پر ہے۔ نہ کہ محض روٹی کھانے پر۔ اس لیے جناب کا حقّہ کو روزہ افطار کرنے پر قیاس کرنا بھی قیاس مع الفارق ہے اور معاف کیجیے جناب کو تو علم کا بڑا دعوے ہے اور آپ نے راقم کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ اس کی نظر تو بس کچی روٹی تک ہے۔ مگر جناب اپنی نظر کے شاہکار بھی ملاحظہ فرما لیجیے۔ ایسی بے تکی باتیں تو کوئی بچہ بھی نہیں لکھ سکتا۔

رضاکار: اس کے بعد مدیر رضاکار رقمطراز ہیں۔ اور اپنے خیال میں علم وعرفان کا دریا بہاتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> "کیا ہر جائز و مباح امر پر عمل ضروری ہے۔ اگر جواب اثبات ہے تو ادباً عرض ہے کہ فقہ احناف کی رُو سے "کُتّے" کے مدبوغ چمڑے پر نماز جائز ہے (شرح وقایہ) نیز کھجور کی شراب سے وضو جائز ہے۔ تشہد کے بعد اتمام نماز سے قبل اگر کوئی ریح صادر کر دے تو نماز جائز ہے۔ اب فرمائیے کتنے حنفی مسلمان ہیں جو نماز کے سلسلہ میں ان مباح طریقوں پر عمل کرنا تو درکنار انہیں اچھا بھی سمجھتے ہیں۔ (رضاکار یکم دسمبر ۱۹۵۴ء)"

رضوان: ہمارا خیال تھا کہ مدیر رضاکار کچھ علم بھی رکھتے ہوں گے۔ مگر اُن کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو صرف علم کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور علم کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی ہے یہ صحیح ہے کہ ہر جائز و مباح امر پر عمل ضروری نہیں ہے۔ مگر یہ بات تو آپ اس وقت کہہ سکتے تھے جبکہ ہمارا یہ دعویٰ ہوتا کہ شیعہ حضرات مسجد میں حُقّہ پیتے ہیں ہم نے تو یہ دعویٰ کیا ہی نہیں ہم نے تو صرف یہ لکھا تھا کہ شیعہ مذہب میں مسجد میں حُقّہ پینا جائز ہے۔ ہم

نے جواز کا اظہار کیا تھا نہ کہ عمل کا۔ اب نا معلوم جناب کے دماغ مبارک میں یہ بات کیسے آگئی کہ جواز کے اظہار سے عمل کا اظہار بھی ہو جاتا ہے۔

کتے کی کھال

مدیر رضا کار نے کتے کی کھال کا جو مسئلہ لکھا ہے۔ اس سے ہمیں انکار نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کتا حرام ہے۔ لیکن احناف کے ہاں ہر جانور کی کھال (خنزیر کے سوا) رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ تو اگر کتے کی کھال بھی رنگ لی جائے تو پاک ہو جائے گی۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

کل اھاب دبغ فقد طھر (بخاری)	جب کھال رنگ لی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں کل کا لفظ موجود ہے۔ جو اپنے عموم کی وجہ سے ہر جانور کی کھال کو شامل ہے۔ خواہ وہ جانور حلال ہوں یا حرام۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ ماننا پڑے گا کہ کتے کی کھال کو اگر رنگ لیا جائے تو وہ بھی پاک ہو جائے گی اور اس پر نماز اگر پڑھی جائے تو جائز ہے۔ اگرچہ مکروہ ہے۔ مگر ہمیں جواز سے انکار نہیں ہے۔

وکل اھاب دبغ فقد طھر وجازت الصلوٰۃ فیہ والوضوء منہ الا جلد الخنزیر۔ (ھدایہ جلد اول)	جس کھال کو بھی رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ اس پر نماز جائز ہے اور وضو بھی مگر خنزیر کی کھال کسی طرح بھی پاک نہیں ہوتی۔
لانہٗ رجس۔ اذ الھاء فی قولہ تعالیٰ فانہٗ رجس۔ منصرف الیہ۔	کیونکہ خنزیر نجس العین ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے انہ رجس اس آیت

میں ہ ضمیر خنزیر کی طرف لوٹتی ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خنزیر تمام

کا تمام ناپاک اور حرام ہے۔
ولذالك لا یجوز الانتفاع
به ولا بیعه۔
(عینی شرح هدایه)

(چونکہ خنزیر نجس العین ہے) اس لیے
خنزیر کے کسی بھی جز سے نہ نفع
اٹھانا جائز ہے اور نہ اس کی
خرید و فروخت جائز ہے۔

۱۔ ہدایہ کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ احناف کے نزدیک ہر جانور کی کھال (خواہ وہ حرام ہو یا حلال) رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ مگر خنزیر کی کھال کسی طرح بھی پاک نہیں ہوتی۔

۲۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خنزیر کے تمام اجزاء کھال، بال، ہڈیاں سب کے سب ناپاک اور نجس ہیں اور ان کا استعمال حرام اور ناجائز ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں اِنَّهٗ رجسٌ کا لفظ آیا ہے اور احناف کے نزدیک ہ ضمیر خنزیر کی طرف لوٹتی ہے جس سے خنزیر کے تمام اجزاء کا ناپاک و نجس ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بہرحال ہمارے ہاں خنزیر کے سوا ہر جانور کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔ جیسے شیر، لومڑی، ریچھ یہ سب جانور بھی حرام ہی ہیں۔ نامعلوم اس پہ مدیر رضاکار کو کیا اعتراض ہے۔ حالانکہ آج کی دنیا میں تو کھالوں سے متعدد کام لیے جاتے ہیں۔ کوٹ کے کالروں اور دوسری اشیاء میں استعمال ہوتی ہیں۔ شیر کی کھال عموماً گھروں میں موجود ہوتی ہے۔ مگر چونکہ وہ رنگ لی جاتی ہے۔ اس لیے پاک ہے۔ اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے۔ غالباً مدیر رضاکار نے عوام میں یہ تأثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ اہل سنت کے ہاں کتے کی کھال بھی رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر اجازت ہو تو ہم بھی شیعہ مذہب کی پاکی اور ستھرائی کو بیان کر دیں۔ ہمارے ہاں تو خنزیر کی کھال اور اس کے کسی جز کا استعمال جائز نہیں ہے۔ مگر جناب کے مذہب

مہذب میں خنزیر کے چمڑے کے ڈول کو استعمال کرنا جائز ہے۔

۱۔ سئل الصادق عن جلد الخنزیر یجعل دلوا یستقی به الماء قال لا باس۔ (من لا یحضره الفقیه ج ۱ ص ۵)	امام جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ خنزیر کے چمڑے سے جو ڈول بنایا جاتا ہے اس سے پانی کھینچ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔

۲۔ ابن بابویہ قمی شیعی نے سُور کے بالوں کی رسّی سے پانی نکالنے کو جائز لکھا ہے۔ چنانچہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۵ پر ہے

ولا باس بان یستقی الماء بحبل اتخذ من شعر الخنزیر	خنزیر کے بالوں سے جو رسّی بنائی جائے اس سے پانی کھینچنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔
۳۔ سئل ابو جعفر و ابو عبد الله فقیل لهما انا نشتری ثیاباً اصابه الخمر وودك الخنزیر انصلی فیها قبل ان نغسلها فقال نعم ولا باس انما حرم الله اکله وشربه ولم یحرمه لبسه للصلوٰة۔ (من لا یحضره الفقه)	ابو جعفر اور ابو عبد اللہ سے سوال کیا گیا کہ جس کپڑے کو شراب اور خنزیر کی چربی لگی ہو ہم اس کو خرید کر بغیر دھوئے ان کپڑوں میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے شراب اور خنزیر کا کھانا پینا حرام کیا ہے۔ پہننا حرام نہیں کیا۔ (سبحان اللہ)

۴۔ اسی طرح مستند شیعی کتاب بحار الانوار ج ۱۰ ص ۹ میں ہے۔

وهذه الاشیاء کلها ملبسه	یہ تمام اشیاء پہننے کی ہیں۔ مرجون

الشیا وصوفاً وشعراً وبراً وھذا کلہ ذکیٌ۔	یا صوف یا بال یا اُون اور یہ تمام پاک ہیں۔

مدیر رضا کار تو ہمیں کتے کی کھال کا طعنہ دے رہے تھے۔ حالانکہ کتا خنزیر کی طرح حرام نہیں ہے۔ یعنی کتے کی حرمت قرآن سے نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے۔ مگر خنزیر تو قرآن کی نصِ قطعی سے حرام اور ناپاک ہے۔ قرآن پاک میں فانہٗ رجس کا لفظ آیا ہے۔ جس سے خنزیر کے تمام اجزاء کا ناپاک اور حرام ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر شیعہ مذہب میں خنزیر کا چمڑہ اور بال اور صوف پاک ہیں۔ کیا مدیر رضا کار اس پر بھی روشنی ڈالیں گے اور اپنے مذہب کی پاکیزگی و طہارت پر بھی غور فرمانے کی زحمت گوارا کریں گے؟ اس کے علاوہ بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں خنزیر کے گر جانے سے کنوئیں کا کل پانی نہیں نکالا جاتا۔

۱۔ وسبعین دلواً للانسان۔	ستر ڈول آدمی کے گرنے پر۔
۲۔ وخمسین دلواً للدم الکبش والعذرۃ الرطبۃ وھی فضلۃ الانسان۔	پچاس ڈول دنبہ کے خون کے گرنے پر اور آدمی کے تازہ پاخانے کے گرنے پر صرف پچاس ڈول نکالے جائینگے۔
۳۔ واربعین دلواً للثعلب والارنب والشاۃ والخنزیر والھرۃ و الکلب وشبہ ذالک (روضہ بہیہ ص۷)	اور چالیس ڈول لومڑی۔ خرگوش بکری۔ سُور۔ بلی۔ کتا اور اس کی مثل جانوروں کے گرنے پر نکالے جائیں گے۔

مدیر رضا کار کو معلوم ہونا چاہیے۔ یہ فتویٰ کسی معمولی شخصیت کا نہیں ہے۔ یہ حوالے

الروضۃ البہیہ۔ شرح لمعہ دمشقیہ کے ہیں جو شیعوں کے شہید ثانی محمد بن مکی کی تصنیف ہے

ان حوالوں پر غور کیجئے اور شیعہ مذہب کا ستھراپہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ آدمی گر جائے تو ستر ڈول نکالنے کا فتویٰ ہے۔ مگر خنزیر گر جائے تو صرف چالیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ گویا شیعہ مذہب میں انسان خنزیر سے بھی زیادہ ناپاک ہو گیا۔

۲۔ پھر بکری۔ خرگوش یہ جانور حلال ہیں۔ ان کے گرنے پر چالیس ڈول کا حکم ہے۔ اور خنزیر جو کہ نجس العین ہے۔ کتا۔ لومڑی۔ بلی کے گرنے پر بھی یہ ہی حکم ہے۔

۳۔ پھر سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ انسان کا تازہ پاخانہ گر جائے تو بھی کنوئیں کا کل پانی نکالنے کا حکم نہیں دیتے۔ بلکہ صرف پچاس ڈول نکالنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۴۔ وثلثین دلواً الماء المطر المخالط للبول والعذرة وخرء الكلاب وعشرة دلاء ليابس العذرة وسبع دلاء للطير والفارة مع انتفاخها وبول الصبي و غسل الجنب وخروج الكلب من ماء البئر حيا وخمس لذرق الدجاج وثلث دلاء للفارة والحية۔

(لمعہ مشقیہ ص۱۶)

۱۔ تیس ڈول نکالے جائیں۔ اگر مینہ کا پانی جو پیشاب و پاخانہ سے ملا ہو اور کتے کا پاخانہ۔ ۲۔ اور دس ڈول نکالے جائیں اگر خشک پاخانہ گر جائے۔ ۳۔ اور اگر پرندے اور چوہا جبکہ پھٹ کر پھول جائے اور بچہ کا پیشاب اور جنبی کا غسالہ اور کتا زندہ نکل آئے تو سات ڈول نکالنے چاہئیں۔ ۴۔ اگر مرغی کا پاخانہ گر جائے تو پانچ ڈول نکالے جائیں۔

ان حوالوں پر غور کیجئے۔ شیعہ مذہب کتنا ستھرا ہے۔ ۱۔ خشک پاخانہ کے گرنے پر دس ڈول ۲۔ بچہ کا پیشاب اور کتا جبکہ زندہ نکل آئے تو سات ڈول اور چوہا جبکہ زندہ نکل آئے تو تین ڈول نکالے جانے کا حکم ہے (سبحان اللہ اس پاکیزگی پر بھی ذرا مدیر رضا کار غور کر لیں۔

نبیذ تمر

رہی کھجور کی شراب۔ تو معاف کیجئے۔ آپ نے شراب کا لفظ اپنی طرف سے لگالیا ہے۔ یہ آپ اپنی عادت سے مجبور ہیں۔ اور خیانت کرنا آپ کا خاص مذہبی مشغلہ ہے۔ ہمارے ہاں کھجور کی شراب ناپاک و نجس ہے۔ البتہ کھجور کا زلال جبکہ اس میں نشہ نہ ہو پاک ہے۔ اور جب پانی نہ ملے تو کھجور کے زلال سے وضو کرنا جائز ہے۔ یہ بھی ایک خاص صورت میں جبکہ پانی نہ مل سکے۔ چنانچہ ہماری تمام فقہی کتب میں اس مسئلہ کی وضاحت ہے۔

فان لم یجد الا نبیذ التمر قال ابو حنیفہ یتوضا بہ ولا یتیمم (ھدایہ)	اور اگر پانی نہ ملے اور نمازی کے پاس کھجور کا زلال ہو تو ایسی صورت میں تیمم جائز نہیں بلکہ اسی زلال سے وضو کر کے نماز پڑھے۔

پھر یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ کھجور کا زلال جبکہ اس میں نشہ نہ ہو اس کا
پینا جائز ہے۔ جیسے بخار میں آلو بخارے کا زلال دیتے ہیں۔ مگر اس میں نشہ نہیں ہوتا۔
اس لیے اس کا استعمال جائز ہے۔ ہاں اگر کھجور یا آلو بخارے کے زلال کو سڑایا جائے
پکایا جائے اور اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو اب اس کا استعمال حرام ہے۔ اب آپ کا
کھجور کے زلال کو شراب سے موسوم کرنا یا تو جہالت پر مبنی ہے یا عوام کو دھوکہ میں مبتلا کرنا
آپ تو مذہب شیعہ کے آزاد و بے باک ترجمان کے رئیس القلم ہیں۔ کم از کم رئیس القلم کو تو ایسی
خیانت اور بے باکی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے۔ گر قبول افتد زہے . . . .

اس کے علاوہ یہ بھی گزارش ہے کہ آپ نے نبیذ تمر کا تو حوالہ دے دیا۔ حالانکہ اس میں شرعاً و عقلاً کوئی خرابی نہیں ہے۔ مگر جناب نے اپنے مذہب کا مطالعہ نہیں فرمایا۔ اہلسنت کے ہاں تو نبیذ تمر سے پانی نہ ملنے پر وضو جائز ہے۔ مگر

تھوک سے استنجا

شیعہ مذہب میں پانی نہ ملے تو تھوک سے استنجا کرنا جائز ہے۔ (دیکھئے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۲۱)

اب ذرا مجھے بتایئے کہ تھوک سے استنجا کس طرح کیا جائے گا؟ خیر پیشاب کو تو چھوڑیئے۔ تھوک سے پاخانہ کیسے صاف ہوگا؟

خروج عن الصلوٰۃ

رہا نماز کا مسئلہ تو وہ بھی ٹھیک ہے۔ اور اس کی حقیقت صرف اس قدر ہے۔ کہ ہمارے ہاں نماز میں یہ شرط ہے کہ اپنے اختیار سے نماز سے باہر آئے۔ اب اگر کسی شخص نے نماز سے باہر آنے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے ارادہ سے ریح خارج کر دی۔ تو ہمارے ہاں اس کی اصل نماز ہو جائے گی۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی قید ہے کہ اگر کسی نے نماز کا مذاق اڑانے کے لیے ایسا کیا تو کافر ہو جائے گا۔ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اور مذاق کے طور پر تو نہیں، مگر قصداً عمداً ایسا کر لیا تو نماز تو ہو جائے گی مگر مکروہ تحریمہ ہو گی۔ ایسی نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا۔ اور توبہ کرنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ ہمارے ہاں لفظ سلام سے نماز سے خارج ہونا واجب ہے۔ عالمگیری میں ہے:۔

وتعاد علی وجه غیر مکروه	نماز کو دوبارہ لوٹائے بایں طور کہ نماز فعل مکروہ سے خالی ہو۔

ہم نہیں سمجھ سکے مدیر رضا کار نے ان دو مسئلوں کو چھیڑ کر کونسا تیر مارا ہے۔ اور ان مسئلوں کو بیان کر کے ہم پر کونسا الزام رکھنا چاہا ہے؟

رضاکار: اسی سلسلے میں مدیر رضاکار نے ایک حدیث بھی نقل کردی ہے جس کا ترجمہ انہوں نے یوں کیا ہے:۔

"رسالت مآب کے زمانے میں مسجد نبوی کا یہ عالم تھا کہ کتوں کی آماجگاہ بنی رہتی تھی اور پھر دھونا دھلانا تو درکنار پانی تک نہیں چھڑکا جاتا تھا۔"

(رضاکار۔ یکم دسمبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: اس موقع پر ہم پہلے تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مدیر رضاکار نے پھر خیانت سے کام لیا اور ترجمہ غلط کیا ہے۔ اصل عبارت بخاری کی یہ ہے:۔

كانت الكلاب تدبر وتقبل ——— کہ اس وقت چونکہ مسجد نبوی کی چار دیواری نہ تھی اس لیے کتے بھی مسجد میں آتے جاتے تھے۔ لیکن تدبر اور تقبل کا ترجمہ مدیر رضاکار نے آماجگاہ کیا۔ جس کا مطلب یہ ہو گیا کہ مسجد نبوی میں ہر وقت کتوں کا ہجوم رہتا تھا۔ اب اگر شیعوں میں کوئی انصاف پسند ہے تو وہ غور کر سکتا ہے کہ مدیر رضاکار ایک تو بے تکی بات کہتے ہیں اور اس پر مزید یہ کہ ترجمہ میں خیانت فرماتے ہیں۔

ثانیاً: ہم یہ سمجھنے سے بھی قاصر رہے کہ مدیر رضاکار اس روایت سے ہم پر کیا الزام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس روایت کی حقیقت یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں مسلمان غریب تھے۔ مسجد نبوی کی حالت یہ تھی کہ اس کی چار دیواری نہ تھی اور نہ پکا فرش تھا۔ چار دیواری نہ ہونے کی وجہ سے جانور بھی وہاں آتے جاتے تھے۔ اور یہ امکان ہے کہ وہاں جانور پیشاب وغیرہ بھی کرتے ہوں گے۔ تو راوی حدیث نے اس زمانہ کی حالت بیان کی ہے کہ اس زمانہ میں ایسا ہوتا تھا جو بالکل ٹھیک ہے۔ اس میں آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اب رہا پانی چھڑکنے یا دھونے کا معاملہ تو دھونے کا سوال اسی لیے پیدا نہیں ہوتا کہ

وہ فرش کچا تھا۔ عرب میں ریتیلی زمین ہوتی ہے۔ اس کو اگر دھویا جائے تو پانی بہنے کی بجائے جذب ہی ہوگا۔ تو اگر وہاں کتے یا دوسرے جانور پیشاب کرتے ہوں گے تو زمین سورج کی روشنی میں سوکھ جانے کی وجہ سے پاک ہو جاتی تھی۔ اس لیے اس کے دھونے یا پانی چھڑکنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ چنانچہ "کچی زمین کے متعلق" بلکہ کچے فرش کے متعلق ذخیرۃ المعاد میں بھی یہ ہی لکھا ہے کہ زمین پر اگر نجاست ہو اور وہ سوکھ جائے اور نجاست کا اثر زائل ہو جائے تو زمین پاک ہو جاتی ہے۔ (دیکھو اپنی کتاب مذہبی۔ ذخیرۃ المعاد کا صفحہ ۳)

غرض کہ یہ مسئلہ کہ زمین جب خشک ہو جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔ ہمارا اور آپ کا متفقہ مسئلہ ہے۔ پھر نامعلوم آپ یہ کیوں کہتے ہیں۔ کہ:-

"قلیاں کشیدن کا طعنہ دینے والے ذرا اپنے فقہی ذخیرہ سے مزخرفات کو پاک کرنے کی کوشش کریں" ـــــ رضاکار یکم دسمبر ۱۹۵۴ء)

تو ہم تو پاک کرنے کی کوشش کرنے کو تیار ہیں۔ مگر کوئی ایسی بات بھی ہو جسے پاک کیا جائے۔ آپ ہی بتائیے کہ اگر زمین پر کتا پیشاب کرے اور وہ سوکھ جائے اور نجاست کا اثر زائل ہو جائے تو پاک ہو جاتی ہے یا نہیں ہے ـــ اگر جواب اثبات ہے (اور آپ کو جواب اثبات ہی دینا پڑے گا۔ کیونکہ ذخیرۃ المعاد ص ۳ پر یہ مسئلہ موجود ہے) تو جو بات آپ کو بھی تسلیم ہے اور جو مسئلہ آپ کے مذہب کے بھی مطابق ہے، اس پر اعتراض کرنے کے کیا معنی؟

رضاکار: مدیر رضاکار نے اسی سلسلہ میں دو باتیں اور لکھی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

"آپ ہمیں تو احترام مسجد کا الزام دیتے ہیں۔ مگر آپ کے بڑے تو وہ ہیں جنہوں نے خلافت کے دور میں گاندھی کو جامع مسجد کے منبر پر بٹھا دیا۔"

(رضاکار یکم دسمبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے گاندھی کو منبر پر بٹھایا، وہ ہمارے بزرگ یا ہمارے طبقہ کے علماء نہ تھے۔ اہلسنت و جماعت (بریلوی) کا کوئی فرد کانگرس میں شامل نہیں ہوا۔ لہذا ان کے افعال کی ذمہ داری ہم پر عائد کرنا ایک تو دیانت و انصاف کا خون کرنا ہے۔ اور دوسرے اپنی ہی ہنسی اُڑانا ہے۔ کیونکہ زمانہ کو معلوم ہے ہم اہلسنت و جماعت نے کانگرس کا بھی ساتھ نہیں دیا اور جن نام نہاد مسلمان علماء یا افراد نے گاندھی کو مسجد کے منبر پر بٹھایا اُن کے اس فعل کی تردید میں علماء بریلی نے سینکڑوں رسائل شائع کیے جو آج بھی پاک و ہند کے اکثر مسلمانوں کے پاس ہیں۔ لہذا کانگرسی مولویوں کے افعال کو دیکھ کر ہمیں الزام دینا ایک ایسی مجہول حرکت ہے جو کوئی وزن نہیں رکھتی۔

رضاکار: دوسری بات مدیر رضاکار نے یہ فرمائی ہے کہ:-

”آپ داتا صاحب کے مزار پر جا کر دیکھیے۔ وہاں بھنگ۔ چرس وغیرہ نہ جانے کن کن بلاؤں کا ہجوم رہتا ہے۔ لیکن وہاں کوئی واعظ دم نہیں مارتا۔ اور وہاں مدیر رضوان کو کوئی بے ادبی کا پہلو نظر نہیں آتا۔“

(رضاکار یکم دسمبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: یہ الزام بھی مدیر رضاکار نے اپنی جہالت کی بنا پر ہم پر رکھا ہے۔ داتا صاحب کے مزار مبارک پر ہم لوگ حاضری دیتے ہیں۔ اور وہاں جو بات خلافِ شرع ہوتی ہے۔ ہم حتی المقدور منع بھی کرتے ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ ہم لوگ دم نہیں مارتے بالکل جھوٹ ہے۔ ابھی کا تازہ واقعہ ہے کہ وہاں بعض جاہل لوگ مزار کو سجدہ کرتے تھے۔ یہ ہماری ہی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اب وہاں سجدہ کے خلاف بورڈ لگا دیے ہیں کہ:-

”قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے۔“

پھر دوسری بات یہ ہے کہ داتا صاحب کے مزار کے اندرونی حصہ میں کوئی چرس، بھنگ وغیرہ ناجائز امور ہم نے نہیں دیکھے۔ البتہ مزار مبارک سے باہر ایسا ہوتا ہوگا۔ مگر یہ بات ہمارے اختیار سے باہر ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس حکومت نہیں ہے کہ ڈنڈے کے زور سے منوائیں۔ البتہ جہاں تک تبلیغ کا تعلق ہے۔ ہم عرس کے موقع پر اور دیگر مجالس میں خلافِ شرع امور کے متعلق وعظ نصیحت کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ ہی ہمارا فرض بھی ہے۔ لہذا کسی مزار کے خلاف شرع امور کے پائے جانے پر ہمیں الزام دینا انصاف نہیں ہے۔ یہ الزام آپ اس وقت دے سکتے تھے۔ جبکہ ہم بھنگ، چرس ناچ۔ گانا وغیرہ کو جائز کہتے ہوں۔ یا اپنے عوام کو منع نہ کرتے ہوں۔ لیکن جب ہم ان امور کو خلافِ شرع سمجھتے ہیں اور عوام کو ان سے منع بھی کرتے ہیں تو ایسی صورت میں ہمیں الزام دینا کسی بھی انصاف پسند فرد کے نزدیک صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ بے تکی باتیں تو آپ کے لاجواب ہونے کی بہت بڑی دلیل ہیں۔ آخر میں ہم ذخیرۃ المعاد کی اصل عبارت دوبارہ پیش کیے دیتے ہیں۔ تاکہ قارئین کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

کتاب ذخیرۃ المعاد کے ص۴۱ پر ہے:۔

س: قلیان کشیدن در مسجد مکروہ است یا حرام؟

ج: حرام نیست بلکہ حکم بکراہت ہم نمی تواں کرد۔ (ذخیرۃ المعاد ص۴۱)

ترجمہ س: مسجد میں بیٹھ کر حقہ پینا مکروہ ہے یا حرام؟

ترجمہ ج: حرام نہیں بلکہ کراہت کا حکم بھی نہیں لگانا چاہیئے۔

اب اصل عبارت آپ کے سامنے ہے۔ اس میں اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر حقہ پینا شیعہ مذہب میں بالکل جائز ہے اور اس کے متعلق

راہت کا بھی حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے ۔

ضرب دوازدہم

ستنجا کا غسالہ

رضوان میں لکھا گیا تھا کہ شیعہ مذہب میں استنجا کا غسالہ پاک ہے۔ اس کے جواب میں مدیرِ رضاکار نے حسبِ عادت بڑی لفاظی سے م لیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ :۔

رضاکار: "یہ تحریف اور خیانت کی بدترین مثال ہے۔ مدیرِ رضوان نے عبارتوں میں کتر بیونت کر کے حسبِ دلخواہ مطلب براری کی باقاعدہ مشق فرمائی ہے۔" (رضاکار یکم دسمبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: اس کے جواب میں ہم قارئین کے سامنے ذخیرۃ المعاد کی اصل عبارت ش کر دیتے ہیں۔ قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ہم نے عبارت میں کیا تحریف کی ہے۔ کتنی ر بیونت کی ہے۔ اور کتنی قیدوں کو چھوڑ دیا ہے۔

اصل عبارت یہ ہے۔ کتاب ذخیرۃ المعاد کے ص ۳۳ پر ہے۔

: آب استنجا درصورتیکہ نجاست از مخرج بول و غائط تعدی کردہ باشد۔ نجس است یا نہ۔

۔ اگر تعدی فاحش نکردہ باشد نجس نیست و اگر تعدی فاحش کردہ باشد نجس است۔

ترجمہ :۔

۔ استنجا کا غسالہ جبکہ نجاست آگے اور پیچھے کے مقام سے تجاوز کر جائے نجس ہے یا نہیں؟

ج۔ "اگر نجاست نے تجاوز تو کیا مگر زیادہ تجاوز نہ کیا (فاحش) تو ایسی صورت می
نجس نہیں ہے اور اگر تعدی فاحش کرے تو نجس ہے۔"

یہ عبارت فارسی کی ہے۔ کسی بھی منشی فاضل سے اس کا ترجمہ کرا لیجیے۔ اس
میں یہ واضح لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ استنجا کا غسالہ جبکہ نجاست (یعنی پاخانہ و
پیشاب) اپنے مقام سے زیادہ تجاوز نہ کرے تو جس پانی سے اس نجاست کو دھو
جائے گا وہ پانی پاک ہے۔ اور اگر نجاست اپنے مقام سے زیادہ تجاوز کر جائے
اب وہ (غسالہ یعنی وہ پانی جس سے آب دست لیا گیا ہے۔ ناپاک ہے۔

اس حوالہ میں آب دست کو ناپاک اس صورت میں بتایا گیا ہے، جبکہ نجاست
زیادہ خارج ہو اور جس صورت میں نجاست زیادہ خارج نہ ہو اس صورت میں آبدست
کے پانی کو پاک بتایا گیا ہے۔

اب حوالہ آپ کے سامنے ہے اور اس میں وضاحت بھی کافی ہے۔ جس
یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ استنجا کا غسالہ شیعہ مذہب میں پاک ہے اور یہ ہی بات
ہم نے لکھی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ کا دوسرا حوالہ یہ ہے جو ذخیرۃ المعاد کے صفحہ ۲۷۵ پر

س۔ غسالہ بول پاک است یا نہ؟

ج۔ غسالۂ بول از مخرج بول بے تعدی فاحش پاک است۔

ترجمہ:۔

س۔ پیشاب کا غسالہ پاک ہے یا نہیں؟

ج۔ پیشاب کا غسالہ اگر پیشاب کے مقام سے زیادہ تجاوز نہ کرے تو پاک ہے

مزید تسلی | اگرچہ یہ مسئلہ کہ استنجا کا غسالہ پاک ہے۔ شیعوں کی اکثر فقہی کتب می

موجود ہے۔ اس وقت چونکہ مدیر رضاکار غصہ میں ہیں۔ اس لیے تاویلیں کر رہے ہیں۔ ورنہ یہ تو بالکل معمولی بات ہے۔ ہم مدیر رضاکار کی مزید تسلی کے لیے مزید حوالے دیتے ہیں۔ تاکہ شیعہ مذہب کا ستھراپن مزید ظاہر ہو جائے۔

۱۔ تھوک سے استنجا کرنا جائز ہے۔ جب کہ پانی نہ ملے۔

(من لا یحضرہ الفقہ ج ۱ ص ۲۱)

۲۔ پاخانہ میں استنجا کے پانی میں کپڑا گر جائے اور گیلا ہو جائے تو پاک ہی رہے گا۔

(من لا یحضرہ الفقہ ج ۱ ص ۲۱)

۳۔ اگر جنبی بغیر نہائے نماز جنازہ پڑھے تو جائز ہے۔

(من لا یحضرہ الفقہ ج ۱ ص ۱۸)

۴۔ مومن کے منہ سے مرتے وقت منی نکلتی ہے۔

(من لا یحضرہ الفقہ جلد ۱ ص ۴۳)

۵۔ جب اپنے عضو مخصوص کا تھوک سے مسح کرے اور کچھ نکلے تو یہ عمل پڑھے:-

ھذا من ذالک

(من لا یحضرہ الفقہ جلد ۱ ص ۲۱)

۶۔ جس شخص کی پگڑی، ٹوپی، موزے وغیرہ کو منی، پیشاب، خون، پاخانہ لگ جائے تو اس سے نماز پڑھنا جائز ہے۔

(من لا یحضرہ الفقہ ج ۱ ص ۲۲)

۷۔ کتاب مجمع الفروع جو شیعوں کے مجتہد حجۃ علامہ بروجردی کی تصنیف ہے۔ اس میں فروع ۵۵ ملاحظہ فرمایئے:-

بول و غائط حیوانِ حلال گوشت پاک است ۔	حلال جانور کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے ۔

(مجمع الفروع صـ۸)

قارئین یہ چند حوالے صرف مدیر رضاکار کی مزید تسلی کے لیے دے دیے ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے بھی اگر رضاکار کے رئیس القلم یہ فرمائیں :۔

"مدیر رضوان ذرا اپنے فقہی ذخیرہ سے مزخرفات کو پاک کرنے کی کوشش کریں"

(رضاکار یکم دسمبر ۱۹۵۲ء)

تو اس کا جواب ہمارے پاس یہی ہو سکتا ہے کہ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"۔

ضرب سیزدہم

حضرت علی کا خطبہ

رضوان میں یہ لکھا گیا تھا کہ شیعہ کتب سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے اپنے خطبہ میں حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم کو عادل خلیفہ تسلیم کیا ہے :۔ —— اس کے جواب میں مدیر رضاکار نے لکھا ہے :۔

"یہ بالکل غلط ہے اور اس ضمن میں علامہ حائری کا نام لینا مرحوم پر بہتان ہے"

(رضاکار یکم دسمبر صـ۶)

اس کے جواب میں ہم مزید کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ کیونکہ یہ تو ایسے ہی ہے کہ سورج نکل رہا ہے، اور مدیر رضاکار فرما دیں، نہیں، سورج کا تو وجود ہی نہیں ہے۔ حالانکہ حائری نے اپنے رسالہ خلافت میں یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ خطبہ حضرت علی کا ہے۔ جس کے عربی الفاظ یہ ہیں :۔

هما امامانِ عادلانِ قاسطان
كانا على الحق وماتا عليه
فعليهما رحمة الله يوم
القيامة ۔

(یہ ابوبکر اور عمر) امام عادل اور
قاسط تھے۔ دونوں حق پر تھے اور
حق پر ہی انہوں نے وفات پائی
پس ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو قیامت کے دن۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے اس خطبہ مبارکہ میں حضرت صدیق و فاروق کی خلافت عدالت اور دونوں کے حق پر ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ بلکہ اعلان فرمایا ہے۔ چنانچہ حائری نے بھی اپنے رسالہ خلافتِ قرآنی کے ص۴۶ پر تسلیم کیا ہے کہ یہ خطبہ حضرت علی کا ہے۔ مگر خطبہ کو تسلیم کر لینے کے بعد حائری صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے وہ اپنی پسند کا کیا ہے اور ایسا ترجمہ کیا ہے۔ جو عربی الفاظ کا اقتضار نہیں ہے۔ اب اس کا فیصلہ تو لغتِ عربی کی کتابیں ہی کر سکتی ہیں کہ ترجمہ کس فریق کا صحیح ہے۔ ہم نے جو ترجمہ کیا ہے وہ کسی بھی عربی دان سے کرا لیجئے اور ہماری صداقت اور امانت کا اندازہ کر لیجئے۔

اس کے علاوہ ایک اور خط بھی ملاحظہ کیجئے جو آپ نے حضرت امیر معاویہ کو لکھا۔ اس خط کو تمام شارحینِ نہج البلاغہ نے نقل کیا ہے۔ ہم اس کو علامہ میثم بحرانی کی شرح نہج البلاغہ مطبوعہ طہران جز ۳۱ سے نقل کرتے ہیں۔ جو یہ ہے :-

وكان افضلهم في الاسلام
كما زعمت وانصحهم لله و
لرسوله الخليفة الفاروق و
لعمري ان مقامهما في الاسلام
لعظيم وان المصاب بهما لجرح

اور اسلام میں سب سے افضل اور
اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ اخلاص
رکھنے میں سب سے بڑھ کر جیسا کہ تم
نے بیان کیا خلیفہ صدیق تھے اور خلیفہ
کے خلیفہ فاروق مجھے اپنی جان کی

فی الاسلام لشدید یرحمھما الله وجزاھما باحسن ما عملا۔

قسم کہ تحقیق ان دونوں کا مقام اسلام میں بڑا ہے اور تحقیق ان دونوں کی وفات سے اسلام کو سخت زخم پہنچا

اللہ ان دونوں پر رحمت نازل کرے اور ان کو اچھے کاموں کا بدلہ دے۔

یہ ہے حضرت علی امام الائمہ کے خط کی ایک عبارت۔ اس میں بھی حضرت علی نے حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اسلام میں سب سے افضل اور اللہ ورسول کے ساتھ اخلاص رکھنے میں سب سے بڑھکر مانا ہے۔ ان کی خلافت کو تسلیم کیا ہے۔ اور ان پر رحمت بھیجی ہے۔ غرضیکہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علی، صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھتے تھے۔ ان کی عظمت وبزرگی اور خلافت کو تسلیم کرتے تھے۔

مگر مدیر رضاکار کی "میں نہ مانوں" کا تو کسی کے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیعہ حضرات کو حضور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تمت بالخیر

اسرار مذہب شیعہ (حصہ اوّل)۔ اسی کتابچہ کا حصہ اول ہے۔ قابل دید وقابل مطالعہ ہے۔ قیمت: ۱/۵۰ روپیہ

باغ فدک اس کتابچہ میں باغ فدک کے متعلق تمام اعتراضات کا مکمل اور مدلل جواب شیعہ حضرات کی کتب سے دیا گیا ہے۔ ہر سنّی مسلمان کے گھر میں اس رسالہ کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت: ۲/- روپے

حضور کی نماز جنازہ اور صحابہ کرام اس ٹریکٹ میں شیعہ کتب کے حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تمام صحابہ کرام مہاجرین وانصار نے حضور کی نماز جنازہ ادا کی۔ قیمت پچاس پیسے

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ۔ لاہور